© rasailojaraid.com

نظام سلطنت کے جابرانہ طرز عمل سے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو پیٹ بھر روٹی میسر نہ ہو' اور وہ اپنے فطری حق اور ضروری سامان زندگی سے محروم رہے۔ اس پر غم و غصہ' اضطراب و احتجاج' اس صورت حال کے خلاف جدوجہد' ایک قدرتی امر اور صحیح انسانی احساس ہے' جس پر تعجب یا ملامت کا کوئی موقع نہیں۔

انسان جسم رکھتا ہے' اس جسم کو ٹھنڈک اور گرمی کا احساس دیا گیا ہے' اور لباس کی طلب بخشی گئی ہے۔ اس طلب کو پورا کرنے کے لیے زمین پر پورے انصاف اور ضرورت کے مطابق لباس پیدا کرنے والی چیزیں اور لباس تیار کرنے والے ہاتھ پیدا کیے گئے ہیں۔ پھر بڑی بے انصافی ہے کہ چند آدمیوں کے زائد لباس استعمال کرنے' یا بکسوں میں بند کر کے رکھنے' یا بے جان دیواروں کو جان دار انسانوں کے کام آنے والا کپڑا اڑھانے کی وجہ سے انسان سردی سے ٹھٹھر کر مرجائیں' یا ان کو ستر پوشی کے لیے بھی کپڑا نہ ملے۔

انسان دل رکھتا ہے۔ اس کی کچھ جائز خواہشات ہیں' ان کا نہ پورا ہونا بڑی زیادتی اور ظلم ہے۔ وہ دماغ رکھتا ہے۔ اس کا علم سے محروم اور دماغی ترقی اور صحیح قوت فکر سے دور رہنا' ناانصافی اور نظام زندگی کا نقص ہے۔ اس نقص کو دور کرنا ایک حساس انسان اور ایک صحیح الاحساس جماعت کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے۔

انسانی تہذیب و تمدن کو پھلنے پھولنے اور انسانوں کی روحانی' ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو متوازن نشوونما حاصل کرنے کے بہترین مواقع جب حاصل ہوتے ہیں۔ جب ان کے راستہ میں کوئی جابر قوت حائل نہ ہو۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ جب غیر ملکی حکومت وسائل زندگی پر قبضہ کر لیتی ہے' اور ان کی تقسیم کا کام اپنے غیر ہمدرد اور ناانصاف ہاتھوں میں لے لیتی ہے تو اس کے اقتدار میں محکوم قوم کے جائز جذبات بھی افسردہ اور اس کی ذہانت کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے وطن میں جیل کے قیدیوں کی طرح زندگی گزارتی ہے۔ اس لیے غلامی بھی انسانیت کے لیے ایک بڑی مصیبت اور بلائے جان ہے' اور اس کا دور کرنا زندگی کے حقیقی لطف سے متمتع ہونے کے لیے شرط ہے۔

اس لیے بلاشبہ فاقہ کشی' عریانی' مجبوری' جہالت اور محکومی' وہ سوئیاں ہیں جو انسانیت کے جسم کو برماتی رہتی ہیں۔ ان کا دور کرنا ایک بڑی انسانی خدمت ہے۔

لیکن کیا اس دکھی انسانیت کے سارے دکھ اور روگ یہی ہیں' اور یہی اس کے جسم کی سوئیاں ہیں؟ ان سوئیوں کے نکلتے ہی اس کو دل کا سکون' جسم کا آرام اور سکھ کی نیند نصیب ہو جائے گی' اس کی آنکھ کی کھٹک اور دل کی خلش دور ہو جائے گی؟ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانیت کی مصیبت اسی پر ختم نہیں ہوتی کہ ہر شخص کو پیٹ بھر کر روٹی' ضرورت بھر کا کپڑا' جائز خواہشات کی تکمیل کا سامان اور تعلیم کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مواقع حاصل ہو جائیں۔ اس کے جسم میں کچھ اور بھی زہر کی بجھی ہوئی سوئیاں ہیں جو اس کو اندر اندر گھلاتی رہتی ہیں۔ اور ایسی سوسائٹی بھی جس کو زندگی میں اپنی منہ مانگی مراد مل چکی ہو، ان زہر کی بجھی ہوئی سوئیوں کی وجہ سے ہروقت کراہتی، تڑپتی اور اندر اندر سے تحلیل رہتی ہے۔

انسان اس پر بس نہیں کرتا کہ اس کو پیٹ بھر کر کھانا اور اپنی اور اپنے بچوں کی ضرورت کا سامان زندگی حاصل ہو گیا ہے۔ اس کے اندر اس فطری پیٹ کے علاوہ ایک اور مصنوعی پیٹ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ حرص و ہوس کا پیٹ ہے، جو جہنم کی طرح ھل من مزید (کچھ اور ہے) ہی پکارتا رہتا ہے۔ اس کو روپیہ سے، صرف اسی لیے نہیں کہ وہ ضروریات زندگی کے حصول کا ایک ذریعہ ہے، بلکہ بغیر کسی مقصد کے ذاتی محبت و عشق ہو جاتا ہے، اور کوئی بڑی سے بڑی مقداراسے تسکین نہیں دے سکتی۔ دولت کے اس ذاتی عشق کی وجہ سے وہ ہر مجرمانہ فعل کا بے تکلف ارتکاب کرتا ہے۔ رشوت ستانی، چوربازاری، نفع اندوزی اس ذہنیت اور مزاج کے ادنیٰ کرشمے ہیں۔

اگر دنیا کی اخلاقی تاریخ کا گہرا مطالعہ کیا جائے، اور تعصبات سے الگ ہو کر بدنظمیوں، بے عنوانیوں، اور قومی زندگی کے مشکلات کے حقیقی اسباب تلاش کیے جائیں، تو ان کی تہ میں جائز انسانی خواہشات اور حقیقی ضرورت کا ہاتھ کم ملے گا۔ ان کی تہ میں عموماً ناجائز خواہشات اور فرضی ضروریات نکلیں گی۔ انہی ناجائز خواہشات اور فرضی ضروریات نے ہر زمانہ میں قومی زندگی میں نئی نئی الجھنیں اور ہر نظام حکومت کے لیے مشکلات پیدا کی ہیں۔ انھیں فرضی ضروریات نے لوگوں کو مظالم، بددیانتی، غبن، استحصال بالجبر، رشوت خوری، سٹہ بازی، ذخیرہ اندوزی، فریب دہی پر آمادہ کیا۔ اور انھی کے اثر سے پورے پورے ملک اور بڑی بڑی حکومتیں "اندھیر نگری چوپٹ راج" بن کر رہ گئیں۔

آج بھی اگر موجودہ مشکلات اور شکایات کی تحقیق کی جائے تو صاف نظر آئے گا کہ موجودہ پریشانی اور بے اطمینانی کا سبب صرف یہ نہیں ہے کہ ملک کے لوگوں کی ایک بڑی تعداد یا اکثریت کو ضروریات زندگی میسر نہیں، اور اس کی جائز خواہشات پوری نہیں ہوتیں، اور اس ملک میں بھوکوں اور ننگوں کی زیادتی ہے۔ انصاف سے اگر دیکھا جائے، تو ان بھوکوں اور ننگوں نے کسی کی عافیت تنگ نہیں کی ہے، عافیت ان لوگوں نے تنگ کی ہے جن کے پیٹ بھرے ہوئے ہیں، لیکن ان کا دل دولت سے کسی طرح نہیں بھرتا۔ حقیقی ضروریات کا نام بدنام ہے، مگر ان کی فہرست کچھ طویل نہیں۔ ساری خرابی فرضی ضروریات نے پیدا کی ہے، جن کی فہرست ہمیشہ بڑھتی رہتی ہے اور کبھی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ پورے محلہ اور کبھی پورے شہر کی دولت ایک فرد کے لیے کافی نہیں ہوتی۔

آج یہ ہوش ربا گرانی، اشیا کی نایابی اور افراط زر کیوں ہے؟ کیا اس لیے کہ اہل ملک کی اکثریت بھوکی اور ننگی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ صرف اس لیے ہے کہ دولت کی ہوس بہت بڑھ گئی ہے، زیادہ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جلد سے جلد دولت مند بننے کا شوق جنون کی حد تک پہنچ گیا ہے' قناعت زندگی سے مفقود ہو چکی ہے فخر' ریاکاری' جاہ طلبی' نمائش' شہرت کے ضمیر میں داخل ہو چکی ہے۔

آج جس چیز نے زندگی کو عذاب اور دنیا کو دار العذاب بنا رکھا ہے' اور جس سے ہر موڑ پر سابقہ ہے' وہ بڑھتی ہوئی رشوت ستانی' چور بازاری اور ظالمانہ نفع خوری ہے۔ لیکن کیا ان جرائم کا ارتکاب بھوک' فاقہ کشی اور برہنگی کی مجبوری سے کیا جاتا ہے؟ یہ تو اسی طبقہ کی حرکات ہیں جس کو اپنی خوراک سے زیادہ غذا' اپنے حصہ سے زائد کپڑا اور اپنی ضرورت سے فاضل سامان زندگی حاصل ہے۔ ہزاروں مجرمین میں ایک بھی نان شبینہ کا محتاج اور سردی سے ٹھٹھرنے والا انسان نہیں ملے گا۔ یہ متوسط اور دولت مند طبقہ کے اعمال ہیں' جس کے پاس ضروریات زندگی میں سے کوئی چیز کم اور ارتکاب جرم کے لیے کوئی مجبوری نہیں ہے۔

حقیقت میں انسانوں کی فطری اور واجبی ضروریات کا معاملہ کچھ مشکل نہیں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک ملک میں ہر شخص کو پیٹ بھر کر کھانا' ضرورت کا کپڑا اور سامان زندگی میسر ہو جائے۔ لیکن کیا دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی حکومت اور بہتر سے بہتر نظام کسی مختصر سے مختصر آبادی کے لیے بھی اس کی فرضی ضروریات مہیا کر سکتا ہے؟ کیا وہ کسی ایک انسان کے بھی مصنوعی پیٹ کو بھر سکتا ہے جس کی جھوٹی بھوک سارے انسانوں کا رزق کھا کر بھی نہیں مٹتی؟ پھر جب سوال حقیقی ضروریات کا نہیں بلکہ فرضی ضروریات کا ہے' اور مرض سچی بھوک نہیں بلکہ جھوٹی بھوک ہے' تو کوئی ایسا معاشی فلسفہ یا اقتصادی نظام جو سوسائٹی کے ضمیر کو نہیں بدلتا' جو صرف انسانوں کے پیٹ بھرنے اور ان کا تن ڈھکنے کی ذمہ داری لیتا ہے' اور جو مادی احساس میں اعتدال پیدا کرنے کے بجائے اشتعال پیدا کرتا ہے' کیا کسی سوسائٹی کو بھی اندرونی طور پر مطمئن کر سکتا ہے اور زندگی کو موجودہ مشکلات سے نجات دے سکتا ہے؟

غور سے دیکھا جائے تو رشوت ستانی' چور بازاری' حد سے زیادہ نفع خوری اور اخلاقی جرائم اصل پیچیدگیاں نہیں ہیں۔ اصل پیچیدگی وہ ذہنیت اور مزاج ہے جو ان بداخلاقیوں اور بے اصولیوں پر آمادہ کرتا ہے۔ جب تک اس مزاج میں تبدیلی نہ ہو ان خرابیوں کا مستقل سدباب نہیں ہو سکتا' اگر ایک دروازہ بند کیا جائے گا تو دس دروازے کھل جائیں گے۔ انسانی ذہن اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بہت سے چور دروازے رکھتا ہے۔ اگر اس میں کوئی گہری تبدیلی نہ ہو تو اس کا راستہ روک کر کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔ اس کو اپنی مطلب برآری کے لیے بہت سی تدبیریں اور حیلے آتے ہیں' وہ ان سے اپنا مطلب نکال لے گا۔

موجودہ زندگی کی اصل خرابی یہ ہے کہ پوری سوسائٹی کا ضمیر خود غرض اور مطلب پرست بن گیا ہے۔ اس کا ایک فرد اپنی غرض کے لیے بے تکلف بڑی سے بڑی بے اصولی کا ارتکاب کر لیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر وہ کسی شعبہ کا امین بنایا جاتا ہے تو اس کو خیانت میں باک نہیں۔ اگر کسی قومی ادارہ کا رکن منتخب ہوتا ہے، تو اس کو اپنے حقیر فائدہ کے لیے بڑے سے بڑے قومی و جماعتی فوائد کو پامال کرنے اور دوسروں کا گھر اجاڑ کر اپنا گھر آباد کرنے میں عذر نہیں۔ اگر وہ ماتحت ہے، تو کام چور، سست کار اور احساس فرض سے عاری ہے۔ وہ اپنے کسی متوقع فائدہ یا کسی ذاتی رنجش کی بنا پر ایک گھنٹہ کے کام میں بآسانی ایک مہینہ لگا سکتا ہے، اور آسان سے آسان معاملہ کو برسوں الجھا سکتا ہے، اور اس طرح سے اپنے ذاتی فوائد کے لیے نظام حکومت کو ناکام یا بدنام کر سکتا ہے۔ اگر وہ صاحب اختیار ہے تو اعزہ نوازی، احباب پروری، بے جا پاسداری اور شخصی یا خاندانی فوائد کی بنا پر صریح بے اصولی کا ارتکاب کر کے ملک و قوم کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر تاجر ہے تو دولت میں غیر ضروری اضافہ کرنے کے لیے چور بازاری اور ناجائز نفع خوری کر کے لاکھوں غریبوں کو پیٹ کی مار مارتا ہے، اور دانہ دانہ کو ترساتا ہے۔ اگر وہ روپیہ کا کاروبار کرتا ہے، تو سود خواری اور مہاجنی کے ذریعہ صدہا غریبوں کا بال بال قرض میں جکڑ دیتا ہے اور ان کو پیسہ پیسہ کا محتاج بنا دیتا ہے۔

افراد سے بڑھ کر جماعتوں اور پوری پوری قوموں پر خود مطلبی اور خود غرضی کا شیطان مسلط ہو گیا ہے۔ سیاسی جماعتیں جماعتی خود غرضی اور خود بینی میں مبتلا ہیں۔ یورپ اور امریکہ کی جمہوریتوں پر قومی خود غرضی کا بھوت سوار ہے، جس کے پاؤں کے نیچے چھوٹی اور کمزور قومیں چیونٹی کی طرح پامال ہوتی رہتی ہیں۔ اسی قومی خود غرضی نے ساری دنیا کو تجارت کی منڈی یا لوہار کی بھٹی بنا رکھا ہے، اور ساری زمین کو ایک وسیع میدان جنگ میں تبدیل کر دیا ہے۔ اسی قومی خود غرضی کی خاطر بڑی سے بڑی بے اصولی اور بے آئینی روا ہے۔ اسی کے ادنیٰ اشارے پر لاکھوں بے خطا انسانوں کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے، بھیڑ بکریوں کی طرح ایک قوم کو دوسری قوم کے ہاتھ بیچ ڈالا جاتا ہے، متحد ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاتے ہیں۔ یورپ کی اسی قومی خود غرضی نے پہلے عربوں کو ترکوں کے خلاف ابھارا اور ''کل عرب سلطنت'' کا خواب دکھایا۔ پھر اسی خود غرضی نے شام جیسے چھوٹے ملک میں چار مستقل حکومتیں قائم کیں۔ پھر اسی نے یہودیوں کو ''وطن الیہود'' کا سبز باغ دکھایا۔ آج بھی فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے اور اس کی گتھی جس طرح الجھتی جا رہی ہے، وہ محض امریکہ، برطانیہ اور روس کی قومی خود غرضی کا نتیجہ ہے۔

پھر اس خود غرضی نے ساری دنیا میں اور ملک کے تمام طبقوں میں ایک مخصوص مزاج پیدا کر دیا ہے۔ اس مزاج کا خاصہ ہے کہ انسان اپنے حقوق کے مطالبہ میں بڑا مستعد ہے اور فرائض و حقوق کے ادا کرنے میں سخت کوتاہ اور حیلہ جو۔ اس ذہنیت اور سیرت نے ساری دنیا میں انفرادی، جماعتی اور طبقاتی کشمکش برپا کر دی ہے۔ ہر شخص اپنا حق مانگتا ہے اور دوسرے کا حق ادا کرنے سے گریز کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر دنیا پر نظر ڈالی جائے تو ساری دنیا حقوق طلبی کی ایک آبادی نظر آئے گی جس میں حق طلبی کا نعرہ تو ہر زبان پر ہے لیکن ادائے فرض کا احساس کسی کے دل میں نہیں۔ جس آبادی میں ہر شخص حق طلب ہو لیکن فرض شناس کوئی نہ ہو وہاں کی زندگی کی الجھنوں اور دقتوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ وہاں کی خلش کو کوئی انسانی تدبیر تنظیم دور نہیں کر سکتی۔

ہم اس خود غرضی پر خواہ کتنے ہی چیں بہ جبیں ہوں اور اس سے ہمیں خواہ روزمرہ کی زندگی میں کتنی ہی مشکلات پیش آئیں یہ سب بالکل ایک قدرتی چیز ہے۔ جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں، اس مادی زندگی کی لذتوں اور فائدوں کے سوا کسی اور حقیقت کا کوئی وجود نہیں، اور ہمارا سارا ادب فلسفہ اور پورا ماحول اسی کی تلقین کرتا ہو، اسی محور کے گرد گردش کر رہا ہو، زندگی بعد موت کا ہر تصور ختم ہو چکا ہو، اخلاقی قدروں اور زندگی کی دوسری بلند اور لطیف تر حقیقتوں نے خالص مادی و جسمانی احساسات کے لیے جگہ خالی کر دی ہو، پیٹ اور جسم نے پھیل کر ساری زندگی کو گھیر لیا ہو اور تمام دوسری حقیقتوں کو نگاہوں سے اوجھل کر دیا ہو، وہاں انسان خود غرض کیوں نہ ہو؟ اور وہ اس آج کی زندگی کی لذتوں کو کسی دن کے لیے اٹھا رکھے، اور اس زندگی سے لطف اندوزی میں کس لیے تحمل اور احتیاط سے کام لے جس کے بعد کوئی زندگی نہیں؟ پھر جب اس کو کسی بالاتر نگران اور کسی قادر و توانا ذات اور کسی سب دیکھنے والی اور سب جاننے والی ہستی کا بھی اعتقاد اور خوف نہ ہو، تو وہ ان اغراض کے حصول کے لیے جو اس کی زندگی میں خوش حالی یا لذت و لطف پیدا کر سکیں، ان اسباب و ذرائع کے اختیار کرنے میں کیوں پس و پیش سے کام لے جو اس کے لیے کسی وقت بھی ممکن ہو سکیں؟

اور پھر جب انسان نے زندگی کو ایک قوم اور ایک وطن کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے، اور ہر ایسے تصور اور ہمدردی کو ذہن سے نکال دیا ہے جس کا دائرہ ایک قوم یا وطن سے زیادہ وسیع ہو، اور ہر اس چیز کو راستے سے ہٹا دیا ہے جو انسانیت کا وسیع تر تصور اور زندگی کا غیر فانی تخیل پیش کرتی ہو، تو انسان کی فطری خود غرضی، قومی اور وطنی خود غرضی کی سطح سے کس طرح بلند ہو سکتی ہے؟ وہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کسی جائز و ناجائز فعل کے ارتکاب سے کس طرح احتیاط کر سکتی ہے؟

یہ خود غرضی اور مطلب پرستی موجودہ نظام معاشرت و سیاست کا مزمن روگ ہے۔ جب تک اس کا ازالہ نہ ہو، ظاہری انتظامات، اصلاحات و ترقیات کچھ زیادہ نتیجہ خیز نہیں۔ سیاسی طور پر ملک آزاد و خود مختار ہو یا غیر ملکی حکومت کے ماتحت، جب تک ہماری سوسائٹی پر خود غرضی مسلط ہے، دولت و عزت کا عشق ملک کے تمام افراد پر چھایا ہوا ہے، ذمہ داری کا احساس افراد کے دلوں سے نکل چکا ہے اور معاشرہ کا قلبی رجحان زیادہ سے زیادہ لطف اندوزی، فرضی ضروریات کے حصول، اور خواہشات نفس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تکمیل کی طرف ہے' تمام وہ سوسائٹی زندگی کی حقیقی مسرتوں اور آزادی کے عملی نتائج سے محروم رہے گی۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ سوسائٹی پر ایک غیر طبعی فریبی چھا رہی ہے۔ وہ اپنی ظاہری آرائش میں بھی ترقی کر رہی ہے' فاقہ کشی اور عریانی کا تناسب بھی کم ہو رہا ہے' اور بعض ملکوں میں معاشی ناانصافی کا خاتمہ بھی ہو گیا ہے' تعلیم عام ہو رہی ہے' نئے نئے شعبوں کی کثرت ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سوسائٹی کو اندر سے روگ لگ چکا ہے' جو اندر اندر سے اس کو کھا رہا ہے۔ جب دلوں میں ناانصافی گھر کر گئی ہو' تو جب تک ناانصافی اور ظلم کی طرف رجحان اور خود غرضی کا بیج نہ نکالا جائے' کوئی تمدنی نظام ظلم و ناانصافی اور بددیانتی سے پاک نہیں ہو سکتا۔

دنیا میں حال میں جن ممالک کو نئی نئی آزادی حاصل ہوئی ہے' وہ بھی اس حقیقت کو نظرانداز کر رہے ہیں کہ ملک کی خوشحالی اور قوم کی ترقی صرف زندگی کی ظاہری تنظیمات اور وسائل کے حصول میں نہیں ہے' بلکہ ان مقاصد کی صحت میں ہے جن کے لیے یہ وسائل استعمال ہوتے ہیں' رجحان کی درستی اور انصاف و ہمدردی کے قلبی جذبات میں ہے' اور یہ چیزیں کسی مشینی طریقہ اور سیاسی تنظیم سے نہیں پیدا ہوتیں۔ اگر یہ کسی مشینی طریقہ یا کسی نظام سے پیدا ہو سکتیں' اور وسائل زندگی کی فراہمی اور ملک کی ظاہری تنظیم' خوش حالی' امن و اطمینان اور قلبی سکون کی ضامن ہوتی' تو یورپ و امریکہ کی مستحکم و منظم سلطنتیں امن و سکون کا گہوارہ ہوتیں اور وہ ممالک جنت نظیر ہوتے۔ مگر سب جانتے ہیں کہ ان ممالک کو حقیقی اطمینان نصیب نہیں' وہاں کی اندرونی الجھنیں کوئی چھپا ڈھکا واقعہ نہیں۔

مقاصد کی صحت' رجحان کی درستی اور انصاف و ہمدردی کے قلبی جذبات کا سرچشمہ ایک صحیح و طاقتور اخلاقی و روحانی مذہب ہی ہے' جو انسان کے جسم کے ساتھ اس کے دل پر بھی حکومت کرے' جو اس کی خواہشات کو اپنے ضبط و نظم میں رکھے' جو اپنی روحانی طاقت سے اس سے بنی نوع کے حق میں ایثار و قربانی کرا سکے' جو اس محدود و مختصر زندگی کے علاوہ کسی غیر فانی زندگی کو اس کی نگاہ میں اس طرح حقیقت بنا سکے کہ اس کے شوق میں آدمی اس زندگی میں اعتدال و احتیاط سے کام لے' جو اس کے سامنے کھانے پینے' پہننے اوڑھنے' دولت و عزت حاصل کرنے' اور حیوانی تقاضوں کو انسانی عقل و ہنرمندی سے پورا کرنے کے علاوہ انسانیت اور زندگی کے کچھ اور معانی بتلا سکے' اور انسان کی زندگی کے کچھ زیادہ بلند مقاصد انسان کے سامنے لا سکے۔ ایسے ہی مذہب کی صحیح تعلیم اس خود غرضی اور کوتاہ نظری کو زائل کر سکتی ہے جس سے ہمارا موجودہ نظام معاشرت و سیاست داغ داغ ہو رہا ہے۔

مبارک ہیں وہ ہاتھ جو مظلوم انسانیت کے جسم کی سوئیوں کو نکالنے کے لیے بڑھیں۔ مگر یاد رہے کہ آنکھوں کی سوئیاں نکالے بغیر اس کو مکمل نجات حاصل نہیں ہو سکتا۔ ملک سے فاقہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کشی ' برہنگی اور افلاس کو دور کرنا' معاشی ناانصافیوں کا خاتمہ کرنا اور ہر شخص کے لیے ضروری وسائل زندگی کا مہیا کرنا نہایت مبارک کام ہے ' اور جو لوگ اس میں حصہ لیں وہ انسانوں کے شکریہ کے مستحق ہیں ۔ لیکن ان کو اپنے کام کو بالکل ادھورا اور ناقص سمجھنا چاہیے ' جب تک انسانیت کے دل کی پھانس اور آنکھ کی کھٹک دور نہ ہو' اس کا ضمیر خدا ترس اور پاک باز نہ ہو جائے ' اس میں ذمہ داری کا احساس نہ پیدا ہو جائے ' اس کی نظر شکم پروری اور تن پروری سے بلند ہو کر بنی نوع انسان کے عام فائدوں پر نہ ہو' اس میں وسعت نظر اور عالی حوصلگی نہ پیدا ہو جائے ' وہ ضروریات زندگی اور فضولیات زندگی میں فرق نہ کر سکے ' اور اس کو ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرنے ' حتیٰ کہ اپنے نفس کے خلاف کرنے میں بھی دقت نہ ہو ۔

کئی بار اس جسم کی سوئیاں نکالنے کے لیے انسانیت کے ہمدرد ہاتھ بڑھے ' لیکن ہر بار انھوں نے آنکھوں کی سوئیاں چھوڑ دیں اور رات ہو گئی ۔ کسی ملک کو اس کے فرزندوں نے اپنی قربانیوں اور بہادری سے آزادی دلائی 'کہیں ارادے کے پکے انسانوں نے جابر شخصی سلطنتوں کا تختہ الٹ کر ملک میں جمہوری نظام اور عوامی حکومت قائم کی ' لیکن دل کی پھانس دل کے دل ہی میں رہ گئی ۔ ملک کا نظم و نسق کرنے والے بدل گئے ' مگر نظم و نسق کا طریقہ اور حکومت کی روح اور اس کا مزاج نہ بدلا ۔ کئی ملکوں میں معاشی انقلاب کی جدوجہد جاری ہے ' لیکن لوگ پیٹ کی سوئیاں دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں کی سوئیوں کی طرف سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں ۔ انسانیت فریاد کر رہی ہے کہ رات آنے سے پہلے جسم کی سوئیوں کے ساتھ آنکھوں کی سوئیاں بھی نکال دی جائیں ' تاکہ اس کو حقیقی سکون ' دیرپا راحت اور متوازن زندگی حاصل ہو ۔

کراچی اور مضافات میں نیوز ایجنٹ 'بک اسٹال اور تحریکی حلقے
ترجمان کی ایجنسی کے لیے درج ذیل پتے پر رابطہ کریں:

دی بک ڈسٹری بیوٹرز 'کراچی

نزد مسلم کمرشل بینک ' شاہراہ قائدین 'کراچی

فون: شاہد شمسی 7787137

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیا بھر کی خواتین کے نام

ترجمہ : عارفہ اقبال

ملت اسلامیہ کے چھ ممتاز زعما شیخ محمد الغزالی، ڈاکٹر محمد عمارۃ، استاذ فہمی ہویدی، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، ڈاکٹر محمد سلیم العوا اور استاذ عبد الحلیم ابوشقۃ نے دنیا کی خواتین کے نام ایک کھلے خط میں بیجنگ کانفرنس کے حوالے سے اسلام کی فطری تعلیمات کو دلنشیں اور موثر انداز سے پیش کیا۔ ہم مجلہ قضایا دولیۃ کے شکریے کے ساتھ اس کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ (مدیر)

بیجنگ میں عالمی خواتین کانفرنس کے موقع پر ہم چند باتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس موقع پر دین فطرت اسلام کی تعلیمات و ہدایات آپ کے سامنے پیش کریں۔ تمام مذاہب و ادیان کے درمیان اسلام اس لحاظ سے منفرد ہے کہ عورت کے حق میں اٹھنے والی کسی بھی تحریک سے صدیوں پہلے اس نے عورت کو آزادی اور حقوق عطا کیے۔

ہم قدیم و جدید دونوں جاہلیتوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اسلام سے پہلے جو جاہلیت پائی جاتی تھی وہ مسلمان معاشروں میں اس وقت پھر رواج پاگئی جب مسلمان دین حق کی تعلیمات سے دور ہو گئے اور صرف عورت ہی نہیں بلکہ مرد بھی متاثر ہوئے۔ دوسری وہ جدید جاہلیت ہے جو آج مسلم معاشروں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ وہ عورت کو آزادی دینے والی ہے حالانکہ درحقیقت وہ عورت سے اس کا اصل مقام و مرتبہ چھین کر اسے انسانیت کے درجہ سے بھی گرا دینے والی ہے۔

مساوات

اسلام نے مرد اور عورت کے درمیان حقیقی مساوات قائم کی ہے۔ سب سے پہلی چیز جو ہمیں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن میں یَاَیُّھَا النَّاسُ (اے لوگو!) یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ (اے اولاد آدم!) اور یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اے ایمان والو!) کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔ اس طرح مرد اور عورت دونوں قرآن کے یکساں مخاطب ہیں۔

اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو پیدائش کے لحاظ سے یکساں قرار دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

© rasailojaraid.com